باب ہشت دہم

مشرقی یورپ کا مُلک رومانیہ:۔

دوسری عالمگیر جنگ کے بعد جب رُوسی کمیونزم نے مشرقی یورپ کے ممالک کو اپنے حِصار میں لے لیا تو برطانوی وزیرِاعظم وِنسٹن چرچل نے کہا تھا ''مشرقی یورپ پر آہنی پردہ پڑ گیا ہے''۔ اس آہنی پردے کے پیچھے جو کچھ ہو رہا تھا وہ مغربی دُنیا کی نظر میں سب کچھ بُرا اور وَحشتناک تھا۔ اُنکی نظر میں روشنی کی پہلی کرِن اُس جانب سے رومانیہ کے آمرِ مُطلق صدر نِکولائی چاؤسیسکو کی صورت میں دکھائی دِی جس نے ہر معاملے میں ماسکو سے ہدایات لینے سے اِنکار کر دیا لیکن اِس کے باوجود اپنے ہاں اِشتراکی نظریات پر سختی سے کاربند رہنے کا عِندیہ دیا۔

ستمبر ۲۰۰۴ء میں عالمی تنظیم ڈاک کی تیئیسویں پانچ سالہ کانگریس کے لیے افریقی مُلک ''کوت دِی ایواخ'' یا ''اَپر وولٹا'' کا انتخاب کیا گیا تھا۔ بدقسمتی سے وہاں فوج نے حکومت کا تختہ اُلٹا تو تنظیم نے وہاں اپنا عالمی اِجتماع کرانے کا اِرادہ بدل دیا۔ اِدھر رُوس میں اِشتراکیت کے زوال کے بعد رومانیہ کے مردِ آہن چاؤسیسکو کے بھی دِن پھر گئے اور اُس کے بعد آنے والی جمہوری حکومت نے اپنے خوبصورت دارالحکومت ''بُخارِسٹ'' میں نامہ بروں کے اِس عالمی اجتماع کی میزبانی کے فرائض سنبھالنے کے لیے اپنی خِدمات پیش کر دیں۔ اُنکے حالات کا بہ تفصیل جائزہ لینے کے بعد یہ دعوت قبول کر لی گئی اور حقیقت یہ ہے کہ اِس فیصلے پر کسی بھی لمحے کسی کو ندامت نہ ہوئی۔ رومانیہ نے بڑی خوبصورتی سے یہ عظیم ذِمہ داری نبھائی اور ہر طرف سے دادو تحسین وصول کی۔

اِس دوران بُخارسٹ ہی میں پوسٹل کانگریس کے ساتھ اِسی حوالے سے دو اور تقریبات کا بھی انعقاد کیا گیا۔ ڈاک ٹکٹوں کی عالمی نُمائش "EFIRO 2004" اور ایک پوسٹل ایکوپمنٹ یا ڈاک رَسانی کے حوالے سے مشینی آلات کی نُمائش "POST-EXPO 2004"۔ ٹکٹوں کی نُمائش میں پاکستان کی نمائندگی کرنے اور وہاں پاکستانی ڈاک ٹکٹوں کا سٹال لگانے کی ذِمہ داری ہماری رفیقِ کار روبینہ یزدانی کے سُپرد ہوئی جب کہ ڈاک رسانی سے مُتعلقہ آلات کی نُمائش دیکھنے میں ہمارے سیکرٹری مواصلات اِفتخار رشید نے دلچسپی ظاہر کی۔

جنرل آغا مسعود۔ راقم الحروف اور ہمارے ڈائرکٹر بین الاقوامی نامہ بری سلطان محمد پر مُشتمل وَفد پانچ سالہ کانگریس کے جلسوں میں شرکت کی خاطر اِسلام آباد سے براستہ کراچی۔ دوبئ اور زیورچ، رومانیہ بروز

جمعہ ۱۰ دسمبر کی شام روانہ ہوا۔ اگلے روز زیورچ سے بُخارسٹ جانے کے لیے ہم سوئس ایئر کی پرواز میں سوار ہونے لگے تو جہاز کے عملے نے ہمیں یہ کہہ کر روک لیا کہ ہم میں سے کسی کے پاس رومانیہ کا ویزہ نہ تھا۔ جب ہم نے اُنہیں بتایا کہ مشرقی یورپ کے اِس مُلک میں جانے کے لیے کسی بھی پاکستانی اہل کار کے لیے اِس قسم کے تکلفات کی ضرورت نہیں ہوتی تو اُنہوں نے ہمیں بڑی حیرانی سے دیکھا۔ غالباً یہ سوچتے ہوئے کہ کہاں پاکستانی اور کہاں یورپ میں پابندیوں سے آزادی؟ لیکن یہ حقیقت تھی۔ اُنہوں نے بُخارسٹ سے رابطہ کیا تو جواب مِلا کہ ایسا تو پاکستانیوں کے لیے ہمیشہ سے ہے۔ دراَصل 1971ء میں جب ذوالفقار علی بھٹو کی پیپلز پارٹی برسر اقتدار آئی تو اُسکے سوشلسٹ نظریات کا چرچا عام تھا اور بھٹو صاحب نے سب سوشلسٹ ممالک سے پیار کی پینگیں بڑھائیں۔ لہٰذا اِس قسم کے دوطرفہ معاہدے اُسی دور کی یادگار تھیں۔

بُخارسٹ کے ''اوٹوپینی ایرپورٹ'' پر پہنچے تو آگے سفیر پاکستان محترمہ حُمیرا حسن اِستقبال کے لیے موجود تھیں جو ہمیں جہاز سے نکال کر فوراً وی۔ آئی۔ پی لاؤنج میں لے گئیں۔ ایک خاصے کُشادہ ہال میں صرف ہمارا ہی وَفد اِستراحت کے چند لمحات گذار رہا تھا۔ لگتا تھا بُخارسٹ یورپ کے کسی کونے کا آخری ایئرپورٹ ہے۔ لیکن جب ہم نے بُخارسٹ کی اِنتہائی خوبصورت کُشادہ سڑکیں دیکھیں اور ساتھ ہی ساتھ دونوں سمت ایستادہ کثیر المنزلہ عِمارات کی نہ ختم ہونے والی قطاریں نظروں میں آئیں تو ہماری آنکھیں کُھل گئیں۔ یہاں کے عوام اور حکومتوں نے بلا شبہ اس شہر پر بڑی محنت کی ہے۔

پارلیمنٹ پیلیس:۔

بُخارسٹ کانگریس کے اِنعقاد کے لیے جس مُقام کا اِنتخاب کیا گیا تھا وہ عمارت بِلاشُبہ نہ صرف رومانیہ بلکہ دُنیا کی ایک فقید المثال عِمارت تھی۔ اِس عمارت کو عُرفِ عام میں ''پارلیمنٹ پیلیس'' کہا جاتا ہے۔ زمینی سطح سے اِسکی بُلندی ۸۴ میٹر ہے اور اسکی بارہ منزلیں ہیں یہ محل چاؤسیسکو حکومت کی سیاہ راتوں کی یادگار تو ہے لیکن اُس دور کی ایک نادِر اور معرکۃ الآرا تعمیر ہے۔ اُس دور میں تو اِس کی تعمیر کے بُنیادی مقصد کے بارے میں کسی کو اَصل صورتِ حال معلوم نہیں تھی اور ایک سربستہ راز کے طور پر اس کے متعلق کئی افسانے بیان کیے جاتے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ سینکڑوں بڑے بڑے ہالوں۔ سُنہری غلام گردشوں اور قیمتی پتھروں سے مُزین سیڑھیوں سے لیس یہ عِمارت اِشتراکی حکومت کے تقریباً سب ہی اِداروں کو اپنے اندر سمونے کی گُنجائش لیے ہوئے تھی۔ ہر نو وارد اِسکی وسعت اور

حُسن و جمال کو دیکھ کر عَش عَش کیے بغیر نہ رہ پاتا۔ اِس کی ایک خاص بات اِسکی بالکونی تھی جہاں سے بُخارسٹ شہر کا ایک نا قابلِ یقین انتہائی خوبصورت منظر دکھائی دیتا تھا۔ آج کل اِسکا ایک حصّہ تو جمہوریہ کی مقنّنہ کے اِستعمال میں ہے جبکہ ایک حصّہ بین الاقوامی کانفرنسوں کے اِنعقاد کے لئے استعمال میں لایا جاتا ہے۔

دولتِ مشترکہ ممالک کا اِجلاس:۔

(۱۲ - ۱۳ستمبر ۲۰۰۴ء) گذشتہ کئی برسوں سے پاکستان اِس رضا کارانہ نوعیت کے کلب سے بوجوہ نکلتا بھی رہتا ہے۔ اور پھر شمولیت کے لیے اصرار بھی کرتا ہے۔ اُن دنوں چونکہ پاکستان اِس کلب کا ممبر تھا لہٰذا جب تیئسویں عالمی کانگریس سے پہلے دولتِ مشترکہ ممالک کے ڈاک اِداروں کا جلسہ ہوا تو ہمارے وفد کا شایانِ شان اِستقبال کیا گیا اگرچہ فوجی جنتا کے ہاتھوں اکتوبر ۱۹۹۹ء میں جمہوری حکومت کی رُخصتی کے باوجود ایسا ہو رہا تھا۔ دُنیا کے ستائیس مُمالک نے اس اجتماع میں شرکت کی۔ پاکستان کے لئے اس اجتماع میں شِرکت کی خصوصی اہمیت تھی۔ چونکہ اِس کلب کے ممبران دُنیا کے مختلف براعظموں سے متعلق ہیں لہٰذا ان کے سوچ کے زاویوں میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ بہرحال پاکستان کے نمائندے کی حیثیت سے ہم نے تمام ممبر ممالک کو کانگریس میں پیش ہونے والے موضوعات کے بارے میں یک ذہن ہونے کی دعوت دی۔ راقم الحروف نے ٹرمینل ڈیوز کے مسئلے پر صورتِ حال کی وضاحت کی جسے سب شرکاء نے تحسین کی نظر سے دیکھا۔ بعد میں میریٹ ہوٹل ہی میں جہاں یہ اِجلاس مُنعقد ہو رہا تھا، پاکستان کی جانب سے شُرکاء کے اعزاز میں ظُہرانہ دیا گیا۔ سفیرِ پاکستان اِس موقع پر مہمان خصوصی تھیں۔

عالمی کانگریس کا اِفتتاحی اجلاس:۔

176 ممالک سے آئے ہوئے دو ہزار نامہ بر مندوبین کی موجودگی میں 15 دسمبر 2004ء کی صبح کو جمہوریہ رومانیہ کے صدر آئیون ایسکو نے مرکزِ شہر میں واقع ''سالا پالاتوی'' نام کے کنوینشن سنٹر میں پچاس غیر مُلکی وزراء اور سینکڑوں سُفراء اور دیگر اعلیٰ حکام کی موجودگی میں عالمی تنظیمِ ڈاک کی تیئسویں پانچ سالہ کانگریس کا اِفتتاح فرمایا۔ اِس موقع پر تنظیم کے سربراہ تھامس لیوی اور کانگریس کے امریکی ڈوین نے بھی خِطاب کیا اور اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان کا پیغام سُنایا گیا۔ حکومت پاکستان کے اُس وقت کے وزیرِ مواصلات محمد شمیم صدیقی اِس تقریب میں شِرکت کے لیے خصوصی طور پر اِسلام آباد سے آکر شریک ہوئے۔ مزے کی بات یہ ہوئی کہ ہمارے وَفد

کے اسلام آباد سے روانگی سے قبل بابر خان غوری وزیرِ مواصلات تھے۔ چند ہی دِنوں میں دونوں حضرات کی سیاسی پارٹی کے مُطالبے پر وزارتِ مواصِلات سے جہاز رانی اور بندرگاہوں کا شُعبہ علیحدہ کر دیا گیا اور دونوں سیاسی کارکنوں کو وفاقی کابینہ میں سَمو دیا گیا۔ ایک کے حِصّے میں مواصلات اور دوسرے کو بندرگاہوں اور جہاز رانی کی وزارت مِلی۔

کانگریس کے مُباحثے اور اہم فیصلے:۔

اِس اجتماعِ نامہ بران میں مختلف وفود عالمی تنظیمِ ڈاک کے قوانین میں بہتری لانے کی غرض سے کل 875 عدد تجاویز لے کر آئے تھے۔ کانگریس کی نو کمیٹیوں اور دیگر موضوعاتی جمگھٹوں میں اِن تجاویز کے بخئے اُدھیڑے گئے اور باہمی بحث وتمحیص کے بعد کئی جھول دُرست کر نیکی خاطر رَفو گری کی گئی۔ سرکاری رپورٹوں میں تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔ ہم صرف اِتنا بتانا چاہیں گے کہ پاکستان کی جانب سے پیش کردہ 26 عدد تجاویز میں سے 20 عدد تجاویز کو شرفِ قبولیت حاصل ہوا۔ اِن میں سے اکثر تو بالا تفاق منظور کی گئیں اور باقی تجاویز کو بھاری اکثریت سے ووٹ مِلے۔ پاکستانی تجاویز کی تیاری میں ہمارے رفیقِ کار سلطان محمد کا کردار نمایاں رہا تھا۔ اور ہر چھوٹی موٹی کامیابی کے بعد ہم سب اُس کے چہرے کی سُرخی میں مزید اِضافے کو دیکھ کر ایک نیا حوصلہ اور تازہ توانائی حاصل کرتے تھے۔

اِسی کانگریس کے فیصلوں کے مطابق پہلی دفعہ پوسٹ اور اِس کے معاملات سے دِلچسپی رکھنے والوں (سٹیک ہولڈر) کی مشاورتی کمیٹی کو ایک اہم اِدارے کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ موجودہ حالات کے تناظر میں دو عالمی کانگریسوں کے درمیانی وقفے کو پانچ سال سے گھٹا کر چار سال کر دیا گیا۔ ٹرمینل ڈیوز کی شرح ۹٪ تک بڑھا کر ترقی پذیر ممالک میں کام کی نوعیت میں بہتری لانے کے لیے مِلنے والی رقم میں بھی ۲٪ اضافہ کر دیا گیا۔ پاکستان کی تجویز پر بین الاقوامی ڈاک کے جوابی کوپنوں کو بِلا کسی رُکاوٹ کے جاری رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔ پوسٹ اور ہوائی جہازوں کی کمپنیوں میں طے ہونے والے معاہدوں کے لیے ایک ماڈل معاہدہ بالا تفاق منظور کیا گیا اور ہوائی کمپنیوں کو اِضافی حفاظتی چارج لینے سے روک دیا گیا۔ ایکسپریس میل کے لیے بھی ایک کثیرُ المُلکی معاہدے کی منظوری دی گئی۔

اِس کانگریس نے فرانس کے ایڈورڈ دایان کو نیا سربراہ برائے عالمی تنظیمِ ڈاک مُنتخب کیا۔ چین کے ہنگ گوزونگ کو اُسکا نائب۔ امیریکہ کے جیمز ویڈ کو آپریشنل کونسل کا صدر اور کانگریس کے صدر رومانیہ سے تعلق رکھنے والے جبرائیل ماتیسکو کو اِنتظامی کونسل کا صدر مُنتخب کیا گیا۔

پاکستان نہ صرف تنظیم کے دونوں بڑے اِداروں آپریشنل کونسل اور اِنتظامی کونسل کا رُکن منتخب

ہوا بلکہ ڈویلپمنٹ ایکشن گروپ کا نائب صدر بھی منتخب ہوا۔ سب سے دلچسپ صورتِ حال اُس وقت بنی جب امریکہ کی خواہش پر تنظیم کی مینجمنٹ کمیٹی نے ''یو۔ پی۔ یو اور آیاٹا کے رابطہ کمیٹی'' کی صدارت کے لیے امریکہ کا نام تجویز کیا تو راقم الحروف نے گذشتہ پانچ برس کے دوران اِس اہم کمیٹی کی کارکردگی کے سلسلے میں پاکستان کی بحیثیت اُسکے صدر کے خِدمات گنوائیں تو امریکی نمائندے نے اَزخود پاکستان کوخراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اِس کمیٹی کی صدارات دوبارہ پاکستان کو دینے کی تجویز پیش کی جومنظور کر لی گئی۔ اوروہ منظرتو ذاتی طور پر ہمارے لیے حوصلہ افزائی کا باعث بنا جب مالیاتی خِدمات کی کمیٹی کے اجلاس میں پاکستان نے اپنے اِدارے کو مُنافع بخش بنانے کے سلسلے میں کیجا نے والی کوششوں کا ذِکر کیا تو کئی ممالک کے وفود نے ہم سے اپنی مالی مُشکلات کےحل کے سلسلے میں رجوع کیا اور پاکستانی تجربے سے مُستفید ہونے کی خاطر ہماری مدد چاہی۔ کچھ نے تو ہمارے ہاں کے سٹاف کالج میں داخلے کے سلسلے میں دلچسپی ظاہر کی۔ اگرچہ کچھ شُرکاء جو ہمارے اِس اِدارے کے کورسز سے اِستفادہ کر چکے تھے، یہاں کے مُنتظمین کے برتاؤ سے شاکی بھی مِلے۔

مہمانیاں اورمیزبانیاں:۔

بڑے بڑے بین الاقوامی اِجتماعات جہاں میزبان مُلک کے سیاسی امیج کوبُلند کرتے ہیں، وہاں اُسے بے شمار اِقتصادی فوائد بھی ملتے ہیں۔ سیاحتی مراکز کی بین لاقوامی پہچان کے علاوٗہ مقامی ہوٹل اِنڈسٹری غالباً سب سے زیادہ مُستفید ہوتی ہے۔ بخارسٹ کانگریس کے دوران میزبان مُلک رومانیہ کی جانب سے توکئی استقبالئے اور ضیافتیں بُخارسٹ اور مُلک کے دوسرے شہروں میں ہوتی رہیں اور ہماری معلومات میں اُن مقامات اور اُن عمارات کی تاریخی اور ثقافتی پس منظر کے بارے میں اِضافہ ہوتا رہا۔ ویسے بھی رومانیہ کے باشندے اپنے آپ کوانتہائی مہمان نواز سمجھتے ہیں اور اِس دعوے کی لاج تو بہرحال رکھنی ہی تھی۔ پہلا اِستقبالیہ میزبان مُلک کی جانب سے ''موگوسویا محل'' میں ہوا۔ اور اُس کے بعد رومانیہ میں پائے جانے والے لاتعداد محلات اور خوبصورت پارکوں کے بارے میں ہمیں شناسائی حاصل ہوتی رہی۔ پھر جرمن پوسٹ اور لُفتانسا ایرلائن کی جانب سے مُشترکہ اِستقبالیہ اُوٹوبینی ایرپورٹ کے ایک بڑے ہینگر میں ترتیب دیا گیا۔ اکثر ظُہرانے اور شام کی ضیافتیں بُخارسٹ کے سب سے اہم ہوٹل جے۔ ڈبلیو میریٹ میں مُنعقد ہوئے۔ جومُختلف مہمان

مُلکوں کے وفود نے ترتیب دیئے۔ اِن ممالک میں جاپان، پاکستان، چین، کوریا۔ (شمالی اور جنوبی دونوں کی جانب سے الگ لگ)۔ پُرتگال، نائیجیریا، فرانس، امریکہ، متحدہ امارات شامل تھے۔ فلموں کے ذریعے سے دُبئی کی شاندار ترقی کے وہ وہ پہلو دِکھائے گئے جن سے ہم لوگ ابھی تک ناآشنا تھے۔ اور امارات کے جواں سال وزیرِ مواصلات نے اِس موقع پر بڑی جان دار تقریر میں سب شُرکاء کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ وہ دُبئی کی مہمان نوازی کو زندگی بھر نہ بھول پائیں گے بشرطیکہ وہاں کانگریس مُنعقد کرانے کے حق میں وہ سب ووٹ دے دیں۔ بدقِسمتی سے متحدہ امارات کی خواہش پوری نہ ہوسکی اور افریقی مُلک کینیا نے میدان جیت لیا۔ شِکار گاہوں اور سفاری پارکوں کے لیے مشہور افریقی مُلک کینیا نے بُخارسٹ کے فنون کے قومی عجائب گھر میں اپنی طرف سے ضیافت کا اہتمام کیا اور اپنے ہاں کی سرسبز و شاداب سرزمین اور وافر مقدار میں پائے جانے والے دریاؤں، آبشاروں، جنگلات اور نایاب قدیم جانوروں کو اُجاگر کیا۔ بھارت، جنوبی افریقہ، سپین اور ترکی وغیرہ نے پارلیمنٹ پیلس ہی میں سب مدعوئین کی خاطر مدارات سے دِلجوئی کی۔ یوگنڈا، کوریا اور چند دیگر ممالک نے اِنٹر کانٹینینٹل ہوٹل میں مہمان نوازی کی۔ روس نے سب کو اپنے مُلک کے سفارت خانے آنے کی زحمت دِی۔

پاکستان کی جانب سے ظہرانے میں ہمارے سیکرٹری مواصلات مہمان خصوصی تھے۔ بُنیادی طور پر اُنکا تعلق پولیس گروپ سے تھا اور ماشاءُ اللہ اُنکا ذوقِ لطیف بھی پاکستان پولیس کے شایانِ شان تھا۔ پاکستانی وفد کے سارے ارکان بمعہ سفارت خانے کے عملے کے مدعووین کی سواگت کے لیے آنکھیں بچھائے دروازے پر کھڑے ہر آنے والے مہمان سے ہاتھ ملاتے جا رہے تھے۔ جو اپنا تعارف خود آپ کراتا جاتا تھا۔ جب ایک خاصی تعداد جمع ہونے لگی تو ہمارے مُعزز مہمانِ خصوصی فرمانے لگے ''آغا صاحب۔ اِتنا بڑا ڈاک خانہ تو میں نے آج تک نہیں دیکھا تھا''۔ اُنہیں بتایا گیا تھا کہ پاکستان عالمی تنظیم ڈاک کے دو اہم ترین اِداروں کی رُکنیت کے لئے اِس موقع پر انتخاب لڑ رہا ہے اور ہم اِس سلسلے میں سب شُرکاء کے تعاون کے طلب گار ہونگے۔ ظہرانے کے اِختتام پر جب سب اہم شخصیات نے پاکستان اور پاکستان پوسٹ کے بارے میں اپنے اپنے انداز میں خیر سگالی کے الفاظ بولے تو سیکرٹری صاحب نے اپنی مُختصر سی تقریر میں اپنے قیمتی ریمارکس کو دُہراتے ہوئے فرمایا کہ ''ہماری پوسٹ کے چیرمین تو ہمیں آپ کے بارے میں بتاتے رہتے تھے لیکن آج میں نے اپنی آنکھوں سے اِتنا بڑا ڈاک خانہ دیکھا۔ آپ سے مِل کر بڑی خوشی ہوئی۔ اب یہ پاکستان پوسٹ والے کسی عُہدے کے طلب گار ہیں آپ ازراہِ کرم اِن کو وہ دے دیجئے''۔

واقعی ایسی تقریر پر سکوت بھی فِدا ہو!۔ پاکستان نے 176 میں سے 135 ووٹ لے کر اِنتظامی کونسل کی نِشست جیتی اور آپریشنل کونسل کی 40 نشستوں سے ایک نشست سخت مُقابلے کے بعد 100 ووٹ لے کر اپنے نام کرلی۔ بعد میں پاکستان کو اِنتظامی کونسل کا وائس چیرمین مُنتخب ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہوا۔

ایک موقع پر جب کانگریس میں حِصّہ لینے والے ممالک کے وزراء کرام کو بولنے کے لیے کہا گیا تو ہمارے وزیر صاحب نے بھی عالمی بھائی چارے اور پاکستان میں مواصلاتی منصوبوں کے بارے میں اپنے وِژن سے حاضرین کو مُستفید فرمایا جس پر خوب تالیاں بجیں۔ اڑوس پڑوس میں بیٹھے ہوئے کچھ مندوبین نے بھی تکلفاً اُن کی تقریر کی تعریف کی۔ ہم ساتھ بیٹھے ہوئے تھے لہٰذا ہم نے بھی اُنہیں مبارک باد دی۔ فرمانے لگے۔ ''دوسروں کی بات اور ہے لیکن آپ کو تو معلوم ہے میری تقریر تو آپ لوگوں نے ہی لکھ کر دی تھی''۔ واہ اِس معصومانہ اَنداز پر وارے جاؤں'' ہم نے دِل ہی دل میں کہا۔

پوسٹل آلات اور مشینری کی نمائش جو بُخارسٹ کے نمائش سینٹر میں ہو رہی تھی کے برابر میں مُلک مُلک سے آئے ہوئے فرنیچر کی بھی ایک نمائش لگی ہوئی تھی۔ ہم لوگ اُسے دیکھنے لگے تو ہمارے وفد کی واحد خاتون رُکن روبینہ طیّب نے کچھ چیزوں میں خصوصی دلچسپی لیتے ہوئے سیلز مین سے پوچھا۔ ''یہ کونسی لکڑی ہے؟'' سیلز مین بولا ''روبینہ''۔ ''ارے تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوگیا؟۔ روبینہ نے پوچھا۔ ''کیوں آپ نے اپنا نام اِس لکڑی کے نام پر رکھ لیا ہے؟'' سیلز مین صاحب فرمانے لگے۔ پتہ چلا اُس خوبصورت لکڑی کو وہاں اسی نام سے پُکارا جاتا ہے۔

سیاست اور نشان ہائے منزل:۔

رومانیہ کے مردِ آہن نِکولائی چاؤسیسکو ۱۹۶۵ء سے ۱۹۸۹ء تک بلاشرکتِ غیرے اِس خوبصورت مُلک کے سیاہ و سُفید کے مالک بنے رہے۔ دسمبر ۱۹۸۹ء میں اُنکے خلاف چلنے والی تحریک نے اُن کو اِس حیثیت سے محروم کردیا۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۸۹ء کو کمیونسٹ پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کے دفتر کی بالکونی سے چاؤسیسکو نے اپنے عوام سے آخری خِطاب کیا۔ جب انقلابی نعرے لگانے والے ہجوم نے ایک نہ سُنی تو اُن کی وفادار فوج نے عوامی ریلے پر گولی چلادی۔ اِسی عمارت پر ''شہیدوں کو سلام'' کا کتبہ آویزاں ہے۔ یہ رومانیہ کی حالیہ تاریخ میں سیاہ ترین رات ثابت ہوئی۔ اِس عمارت سے چندبلاک آگے یونیورسٹی کی بلڈنگ واقع ہے جہاں پر انقلابیوں کا پہلا آدمی گولی کا نشانہ بنا۔ اِنقلابی عدالت میں مقدمے کے بعد اُسے اور اُسکے اہم اہل کاروں کو تختۂ دار پر چڑھادیا گیا۔ مقامِ انقلاب پر اب بھی گولیوں کے نِشان مُستقبل کی نسلوں کے لیے بطورِ عبرت چھوڑ دیئے گئے ہیں۔

۲۲ دسمبر ۱۹۸۹ء کو ہی اُس پروگرام کا اعلان کر دیا گیا جس کے مُطابق رومانیہ میں کثیر الجماعتی سیاسی

اور جمہوری نظام کے قیام کے ساتھ ساتھ کمیونزم کے فلسفے کو یکسر قصۂ ماضی قرار دے کر آزاد معیشت کو اپنایا گیا۔ آج رومانیہ کی سیاست دو مُقنّنوں پر مشتمل نظام کے گرد گھومتی ہے۔ پارلیمنٹ کے انتخابات چار سال کے لیے کرائے جاتے ہیں۔ پارلیمنٹ ہی وزیر اعظم کا اِنتخاب کرتی ہے۔ صدرِ جمہوریہ بھی پارلیمنٹ کے انتخاب کے ساتھ اُسی دِن عوامی ووٹوں سے چار سال کے لیے منتخب ہوتا ہے۔ صدر صرف ایک صورت میں پارلیمنٹ کو تحلیل کر سکتا ہے جب کوئی بھی سیاسی جماعت اکثریتی تعاون سے حکومتی بنانے میں ناکام رہے تو پھر سب جماعتوں کے قائدین کے مشورے سے وہ ایسا کر سکتا ہے۔ [۱]

مرکزِ شہر:۔

کہتے ہیں شہر کا ''سیوک سینٹر''، جس انداز میں کمیونسٹ دور میں تعمیر کیا گیا ہے وہ اُس نظام کی بَربَریّت اور سفاکی کی بہترین مثال گردانی جاتی ہے۔ اِس کے لیے اِس بڑے شہر کے ایک پورے ضلع کو خالی کرایا گیا اور سسکتی آہوں کے پس منظر میں گُنجان آبادی کے اِس مرکز کو مکمل طور پر تاراج کیا گیا اور پھر تعمیرِ نو اِسی عوام کی بھلائی کے نام پر بیگار کے طور پر کام کروا کر مُکمل کرائی گئی۔ جمعہ کے دن ہم نے ایک ٹیکسی لی اور ڈرائیور کو کسی مسجد کے پاس لے جانے کو کہا۔ ڈرائیور ایک بُزرگ شخص تھا اور بڑی خوبصورت انگریزی بول رہا تھا۔ ہم نے پوچھا۔ ''قِبلہ یہ انگریزی آپ نے کہاں سے اور کیسے سیکھی ہے؟''۔ جواب میں امریکنوں کو ایک موٹی سی گالی دے کر کہنے لگا ''یہ اُن کم بختوں کے مُلک میں پورے دس سال گذارنے کے بعد سیکھی ہے۔ ظالموں نے میرے بچوں کو تو امریکی شہریت دیدی لیکن مجھے بے کار سمجھ کر اپنے مُلک سے نکال دیا''۔ اُسی نے ہمیں یہ بتایا کہ یہاں کے مرکزِ شہر میں ایک وسیع و عریض مسجد صدیوں سے قائم تھی جسے دوسری آبادی کے ساتھ ساتھ شہید کر دیا گیا۔ بعد میں یہاں کے مسلمانوں کو موجودہ چھوٹی سی مسجد کی جگہ عبادت کے لیے دے دی گئی۔ اِس چھوٹی سی مسجد میں اِمام صاحب کا کنبہ بھی آباد تھا۔

سیر و سیاحت:۔

بُخارسٹ شاندار محلات۔ عظیمُ الشان باغات اور پارکوں کے علاوہ تاریخی کلیساؤں اور قابلِ دید عجائب گھروں کے لیے مشہور ہے۔ کچھ ایسی ہی صورتِ حال مُلک کے طول و عرض میں آپکو نظر آئیگی۔ اِس مُلک میں فی الحال تو فلسفۂ اِشتراکیت قصۂ ماضی بن کر رہ گیا ہے لیکن اُس دور کی یادگاریں اب بھی عجائب گھروں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ خوبصورت ''کسانوں کا میوزیم''، جو ۱۹۹۶ء میں یورپ کا بہترین عجائب گھر قرار دیا گیا تھا اپنے ہاں ایک کونے میں یہ

---

[۱] "Explore Romania 2004" - www.publicinfo.ro

یادگاریں بھی سمیٹے ہوئے ہے۔ ''دیہی زندگی کا میوزیم'' اِسکے علاوہ ہے جہاں مُلک بھر کی دیہی سماج اور رواجات کی عکاسی کی گئی ہے لیکن ۲۰۰۲ء میں لگنے والی آگ نے اِسکی ۱۵ عدد عمارات کو نا قابل یقین حد تک نقصان پہنچایا ہے۔ اِس مُلک کے بادشاہوں، نوجوانوں اور شہزادوں کی جنگ جوئی کی داستانیں سُنانے کے لیے یہاں کے فوجی عجائب گھر جا بجا موجود ہیں جہاں ہر دور میں استعمال ہونے والے اسلحے کے نمونے بڑے قرینے سے سجائے گئے ہیں۔

تاریخی قِلعوں میں شاید سب سے مشہور بران کی پہاڑیوں میں واقع ''ڈریکولا'' کا قلعہ ہے۔ جہاں ہمیں دو دفعہ جانا پڑا۔ وَلاچیان خاندان کا شہزادہ ولاڈ کو ''ڈریکولا'' یا ''شیطان'' اِس لیے کہا جاتا تھا کہ وہ اپنے ظُلم و بَربَریت میں یکتا تھا لیکن بڑی بات یہ تھی کہ جب ۱۴۵۶ء میں عُثمانی سُلطان نے اِس خِطّے کے سب بادشاہوں کو اپنا باجگزار بنا دیا تھا تو ڈریکولا اُن کے سامنے ڈٹ گیا لیکن بعد میں اپنوں ہی کی سازش کا شِکار ہو گیا اور اُسکی ریاست ولاچ کو سلطان سے صلح کرنی پڑی۔

تُرک افواج کی دہشت کا اندازہ آج بھی تاریخی راہب خانوں اور گرجا گھروں کے صدر دروازوں کی قد و قامت سے لگایا جا سکتا ہے۔ جہاں اپنی جگہ شاندار گرجا گھروں کے دروازے محض اِس لیے پست قد بنا دیئے گئے تھے کہ کہیں تُرک شہسوار اپنے گھوڑوں کی پُشت پر سوار ہی اِن عمارات کے اندر نہ داخل ہو جائیں۔

بُخارسٹ کانگریس تیسری عالمی کانگریس تھی جسمیں ہم نے بنفسِ نفیس حِصّہ لیا۔ یہاں منظور شدہ ترمیمات کے ساتھ نئے بین الاقوامی مُعاہدوں پر دستخطوں کے بعد ہمارا وَفدِ وطن واپسی پر ایک رات کے لئے سوئٹزرلینڈ کے شہر زیورچ میں ٹھہرا اور اگلے روز وہاں سے ۷ اکتوبر ۲۰۰۴ء کو سعودی عرب کے شہر جدّہ کے شاہ عبدلعزیز ایرپورٹ پُہنچا۔ شاید یورپ کی رنگین فضاؤں کو چھوڑ کر واپس وطن پُہنچ کر رَمضان کے مقدس مہینے کا استقبال کرنے سے پہلے اپنے جسم و روح کو مکّہ و مدینہ کی روح پرور فضاؤں میں پاک کرنے کی ضرورت تھی۔ لہٰذا ہم نے خدائے عزوجل کے حضور حاضر ہو کر اُسکی بے پایاں رحمتوں کا شُکریہ ادا کیا۔ عمرے کی سعادت حاصل کی۔ اور اپنی غفلتوں و فروگذاشتوں کی معافی کے لیے اُس کے رحم و کرم کی بھیک مانگی۔

۱۱ - اکتوبر ۲۰۰۴ء کو واپس اِسلام آباد پہنچے تو اگلی صبح پاکستان پوسٹ کے صدر دفتر میں اپنی آخری حاضری دی اور اپنی چھتیس برس پر محیط خِدمات نامہ بری کے اِطمینان بخش اِختتام پر اپنے عزیز رُفقاء کا شکریہ اور اپنے مالکِ حقیقی کے حضور میں سجدہ شُکر ادا کیا۔ یہ داستان جو رقم کی گئی اُسی ذات والاصِفات کے حُکم ''وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ'' [۱] کی تکمیل کی ایک کڑی ہے۔

تمت بالخیر۔ جمعتہ المبارک 18 جنوری 2008ء

---

[۱] ''اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجیے۔ ''اَلۡقُرآنُ الۡحَکِیۡم'' (۹۳.۱۱)